رسائل و مسائل

"نحر" کے معنی

سوال: سورۃ الکوثر کی تفسیر میں اشکال پایا جاتا ہے۔ خاص طور پر "نحر" کے معنی میں۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد آزمایشوں میں ڈٹ جانا ہے' جب کہ یہ مفہوم نبی کریمؐ کو اس وقت درپیش حالات کے قریب بھی ہے۔ یہاں "نحر" کے معنی قربانی کرنا' محل نظر لگتا ہے' وضاحت فرما دیجیے۔

جواب: سورۃ الکوثر کی تفسیر میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ مشرکین مکہ غیراللہ کی بندگی کرتے تھے' غیراللہ کے آگے سر جھکاتے' سجدہ ریز ہوتے' ان سے دعائیں کرتے' انھیں حاجت روا' مشکل کشا اور فریاد رس سمجھتے تھے اور غیراللہ کے نام پر جانور ذبح کیا کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ کی عبادت' اس کی حاکمیت اور اسی کے نام پر نذر و نیاز کے لیے بلاتے تھے تو یہ چیز انھیں عجیب و غریب نظر آتی تھی اور وہ آپؐ کی تحریک کو اپنے مذہبی اور سیاسی نظام پر زبردست حملہ سمجھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ آپؐ کی مخالفت پر تل گئے تھے۔ ان کی کوشش تھی کہ آپؐ کو قتل کر دیا جائے اور آپؐ کی تحریک کو دفن کر دیا جائے۔ وہ کہتے تھے "بَتَرِ محمدٌ" (محمدؐ کی جڑ کٹ گئی) نعوذ باللہ۔ اس پر آپؐ کو تسلی دی گئی کہ آپؐ اپنی تحریک جاری رکھیے' اللہ کے لیے نماز پڑھیے اور اسی کے نام پر قربانی دیجیے' آپؐ کی تحریک کامیاب ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو کوثر یعنی خیر کثیر عطا کیا ہے۔ آپؐ کے دشمن جڑ کٹے ہیں' یعنی ان کی نسل ختم ہو گی۔

"نحر" کے معنی آزمایشوں میں ڈٹ جانا اور تکلیفیں برداشت کرنا نہیں آتے بلکہ اس کے معنی اونٹ یا جانور ذبح کرنے کے ہیں۔ "یہ حکم اس ماحول میں دیا گیا تھا جب مشرکین قریش ہی نہیں تمام عرب کے مشرکین اور دنیا بھر کے مشرکین اپنے خود ساختہ معبودوں کی عبادت کرتے تھے اور انھی کے آستانوں پر قربانیاں چڑھاتے تھے۔ پس حکم کا منشا یہ ہے کہ مشرکین کے برعکس تم اپنے اس رویے پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہو' تاکہ تمھاری نماز بھی اللہ ہی کے لیے ہو اور قربانی بھی اسی کے لیے" (تفہیم القرآن' ج ۶' ص ۴۹۶)۔ مقصد اس کا یہ ہے کہ جب بھی آپ جانور ذبح کریں' اللہ کے نام پر ذبح کریں' غیراللہ کے نام پر نہیں۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اور بعد کے ادوار میں اہل ایمان اللہ کے نام پر جانوروں

کو ذبح کرتے تھے۔ یہ مضمون دوسری مکی سورتوں کا بھی ہے' صرف سورۃ الکوثر کا نہیں۔ سورۃ انعام' سورۃ نحل وغیرہ جو کہ مکی سورتیں ہیں ان میں بھی یہ مضمون بیان ہوا ہے۔ اسی لیے سورۂ کوثر میں "وانحر" کے وہی معنی مراد لینے مناسب ہیں جو دوسری سورتوں میں بیان کردہ مضمون سے مناسبت رکھتے ہوں۔ واللہ اعلم (مولانا عبدالمالک)

اجتماعی قربانی میں نیت کا مسئلہ

س: بعض احباب اجتماعی قربانی کا اہتمام کرتے ہیں جو کہ کئی حوالوں سے مفید ہے۔ اگر بڑی تعداد میں قربانی کرنا ہو تو کیا سب لوگوں کے لیے جانور کا الگ الگ تعین کرنا اور ہر قربانی پر نام لینا ضروری ہے؟ بسااوقات مختلف حصے داروں کے لیے مختص جانوروں کی نشان دہی کرنا مشکل امر ہوتا ہے۔ نیز کیا ہر جانور پر تکبیر پڑھنا لازم ہے؟

ج: اجتماعی قربانی کے سلسلے میں اتنا تعین تو ضروری ہے کہ قربانیاں اتنی تعداد میں' مثلاً ۵ سو کی تعداد میں' فلاں فلاں آدمی کی طرف سے ہیں۔ البتہ قربانی کرتے وقت ہر قربانی پر کسی کا نام لینا ضروری نہیں ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ ۵ سو آدمیوں کے لیے قربانی کے جانور یا اس میں حصہ متعین ہو لیکن اگر ہر ایک کے لیے الگ الگ تعین ممکن نہ ہو بلکہ اتنی بات طے ہو کہ اتنی تعداد میں قربانیاں اتنے اور فلاں آدمیوں کی طرف سے ہیں تو بھی قربانی ہو جائے گی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: رجل ضحی عن نفسه وعن اربعة من عياله خمس شاة ولم يعين كل واحد عن صاحبها عن ابی یوسف انه یجوز استحسانا (ج ۳' ص ۳۵۱) ایک آدمی نے اپنی طرف سے اور اپنے اہل و عیال میں سے چار کی طرف سے قربانی دی۔ کل پانچ بکرے قربان کیے لیکن تعین نہ کیا کہ کون سا بکرا کس کی طرف سے ہے تو امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ قربانی ہو جائے گی۔ اسی طرح ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: وفی الاضاحی الزعفرانی اشتری سبعة نفر سبع شیاه بینهم ولم یسم لكل واحد منهم شاة بعینها فضحوا لها كذلك فالقياس ان لا يجوز وفی الاستحسان يجوز' سات آدمیوں نے مشترکہ طور پر سات بکریاں خرید لیں اور ہر ایک کے لیے بکری متعین نہ کی اور ان ساتوں کو قربان کر دیا تو قیاس تو تقاضا کرتا ہے کہ جائز نہ ہو لیکن دلیل استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ امداد الفتاویٰ میں اسی طرح کی ایک صورت کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں قربانی درست ہو جائے گی۔ باقی بہتر یہ ہے کہ ہر جانور پر ایک شخص کا نام لگا دیا جائے کہ وہ فلاں کی طرف سے ہے اور وہ فلاں کی طرف سے ہے' اور وہ

فلاں کی طرف سے"۔ پس واضح ہو گیا کہ پہلے سے ہر ایک کے نام جانور کا تعین اچھی بات ہے لیکن لازمی نہیں۔ البتہ اتنا تعین ضروری ہے کہ اتنی قربانیاں فلاں فلاں آدمیوں کی طرف سے ہیں جن کی تفصیل قربانی کرنے والے یا اس شخص کے پاس ہو جس نے کسی کو قربانی کے لیے وکیل بنایا ہو۔ خیال رہے کہ تکبیر ہر جانور پر لازمی ہے' تاہم اگر بھول جائے تو ذبح صحیح ہو گا۔ (ع - م)

سود سے پاک قرض اسکیم

س : انگلینڈ میں مکانات خریدنے کے عام صورت سود پر قرض لے کر لینے کی ہے۔ کوئی مسلم یا اسلامی ادارہ شراکت یا مضاربت کی بنیاد پر یہ کام کرنے کی ضرورت یا منفعت محسوس نہیں کرتا۔ ایسے میں ایک صورت یہ سامنے آتی ہے کہ کچھ ہاؤسنگ ایسوسی ایشن خریدار کے ساتھ مل کر مکان خریدتی ہیں۔ مثلاً خریدار ایک لاکھ پونڈ کا مکان خریدنے کے لیے پسند کرتا ہے۔ یہ مکان ہاؤسنگ ایسوسی ایشن کے پاس رہن ہوتا ہے۔ خریدار (مثلاً) ۱۰ ہزار پونڈ ادا کرتا ہے' باقی ۹۰ ہزار ایسوسی ایشن ادا کرتی ہے۔ مکان کا مارکیٹ میں کرایہ ۵ سو پونڈ متعین کیا جاتا ہے۔ خریدار' ۹۰ ہزار اصل کی واپسی کے ساتھ' کرائے کا ایسوسی ایشن کا حصہ (۱/۹ : ۴۵۰/' ۵۰۰ میں سے) بھی ماہانہ ادا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور سود نہیں ہے۔ ایسوسی ایشن کو کچھ رقم حکومت کی جانب سے بصورت گرانٹ ملتی ہے۔ معلوم نہیں کہ کتنی رقم؟ ایسوسی ایشن کس بنک سے کس شرح پر قرض لیتی ہے۔ کیا اس قسم کی شراکت کی جا سکتی ہے؟

کیا یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ ایسوسی ایشن کے مکمل حصے کا ماخذ کیا ہے؟ اگر یہ ماخذ بنک کے سود پر مبنی رقم ہو تو کیا پھر بھی یہ شراکت جائز ہے؟

ج : آپ نے انگلستان میں مکان کی مشکل حل کرنے کے سلسلے میں جس ہاؤسنگ ایسوسی ایشن اور اس کی اسکیم کا ذکر کیا ہے وہ شراکت کی ایک صورت ہے' اور ایک شریک کا دوسرے شریک سے اپنے حصے کا کرایہ وصول کرنا ہے۔ اس کے ساتھ ایک شریک جس نے مکان کی مالیت کا ۹/۱۰ حصہ دیا ہے جب اپنا اصل زر واپس لے لیتا ہے اور اس کے ساتھ ایک مدت تک (جب تک کہ اس نے اپنا اصل زر واپس نہیں لیا) کرایہ اضافے کی شکل میں وصول کرتا ہے تو مکان کی ملکیت ۱/۱۰ ادا کرنے والے (جو اصل ضرورت مند ہے) کو منتقل کر دیتا ہے۔ یعنی اپنی ملکیت اپنے شریک کو منتقل کر دیتا ہے۔ یہ خالص سود سے بچنے کی ایک شکل ہے۔ اور اگر انگلستان کے حالات میں اس پر عمل کیا جائے تو صحیح ہے۔

پاکستان میں بھی اس قسم کی ہاؤسنگ اسکیم کا نقشہ اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان نے حکومت کو دیا تھا

جس پر پہلے صحیح شکل میں عمل کیا جاتا رہا ہے۔ بعد میں اسے سودی بنا دیا گیا۔ یہ سودی اس صورت میں بن جائے گا جب اسے شراکت کے بجائے قرض کی شکل قرار دیا جائے کہ مکان کا ضرورت مند، ہاؤسنگ ایسوسی ایشن سے ۹۰ ہزار روپے قرض لے اور قرض پر ماہ بہ ماہ کرایے کی شکل میں سود ادا کرے۔ اگر صورت اس طرح ہو کہ مکان ایسوسی ایشن اور ضرورت مند دونوں کا مشترکہ ہو اور ایک مقررہ رقم کے حصص کے تناسب سے مکان کے حصے دار ہوں، اور مکان ضرورت مند کے قبضے میں دے دیا جائے۔ اپنے حصے کے تناسب سے وہ مفت رہایش رکھے اور ایسوسی ایشن کی ادا کردہ قیمت کے تناسب سے مکان کے حصے کا کرایہ ادا کرے تو یہ صورت جائز ہے۔ ایسوسی ایشن نے ضرورت مند پر یہ احسان کیا کہ اپنی رقم وصول ہونے کے بعد مکان کے اپنے متناسب حصے میں مالکانہ حق ضرورت مند کو منتقل کر دیا۔ بغیر اس کے کہ ایسوسی ایشن کو کوئی نقصان ہوتا، اس نے اپنے حصے کا عوض منافع کے ساتھ وصول کر لیا۔ گویا زیادہ قیمت پر اپنا مکان ضرورت مند کو فروخت کر دیا۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ ایسوسی ایشن کا روپیہ بنک سے نہ لیا گیا ہو وہ روپیہ ایسا ہو جس پر سود کی ادایگی نہ کرنی پڑے۔ جس سے شراکت کرنا ہے اس کے بارے میں یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اس کی کمائی حلال ہے یا حرام۔ یہ معلوم کیے بغیر شراکت کرنا صحیح نہیں ہے۔ واللہ اعلم (ع ۔ ۔

نقد اور ادھار قیمت میں فرق

س : کپڑے کی مارکیٹ میں ایک شخص کی کچے (unfinished) کپڑے کی ایجنسی ہے۔ وہ شخص خود کپڑا نقد خریدتا ہے۔ اس کی ایجنسی سے ایسے لوگ کپڑا خریدتے ہیں، جو اس کپڑے کو مکمل طور پر تیار کر کے (finished حالت میں) بازار میں فروخت کرتے ہیں۔ ایجنسی والا ایسے خریداروں کے ساتھ مندرجہ ذیل صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں معاملہ کرتا ہے۔ کیا ان صورتوں میں سے کسی میں "ربا" کا عنصر موجود ہے؟

o بازار میں کپڑا نقد پر ۲۰ روپے گز ہو اور خریدار اگر دس روز بعد ادایگی کرے تو ریٹ ۲۱ روپے گز، ۲۰ روز بعد ادایگی ہو تو ریٹ ۲۲ روپے گز۔

o اگر نقد کا معاملہ سرے سے ہوتا ہی نہ ہو اور ادھار پر صورت معاملہ وہی ہو جو اوپر لکھی ہے۔

o اگر گاہک ۱۰، ۲۰، یا ۳۰ روز کے لیے ادھار لے اور مقررہ وقت پر ادایگی نہ ہونے کی صورت میں قیمت میں اضافہ کر دیا جائے۔

○ اگر گاہک کپڑا نقد خریدے تو ریٹ ۲۰ روپے گز' ۱۰ دن کے ادھار پر ۲۱ روپے گز' ۲۰ دن کے ادھار پر ۲۲ روپے گز' علیٰ ہذا القیاس۔

ج: سودی کاروبار کرنا یا ایسا طریقہ اختیار کرنا جو سودی لین دین کے لیے حیلہ بازی کی حیثیت رکھتا ہو صحیح نہیں ہے۔ نقد اور ادھار کی قیمت میں فرق کرنا جائز ہے۔ لیکن رقم طے شدہ ہو' مبہم بات نہ ہو' اگر مگر کی شکل میں بھی نہ ہو بلکہ مدت اور رقم دونوں طے ہوں۔ پھر اگر رقم مقررہ مدت پر ادا نہ کی جائے تو اس میں اضافہ کسی بھی صورت میں نہ ہو۔

آپ نے جو صورتیں لکھی ہیں ان میں سے پہلی اور دوسری صورت جائز ہے بشرطیکہ بات مبہم نہ ہو۔ یہ نہ کہا جائے کہ اگر دس بارہ دن بعد ادائیگی ہوئی تو یہ شرح ہو گی اور بیس دن بعد ادائیگی ہوئی تو یہ شرح ہو گی بلکہ دونوں میں سے ایک بات طے شدہ ہو۔ مثلاً یوں کہ ادائیگی بیس دن بعد ہو گی اور رقم اتنی ہو گی۔ نیز کاروبار کو مستقلاً ادھار کی شکل میں جاری کرنا تاکہ ہمیشہ زیادہ منافع حاصل کیا جائے' صحیح نہیں ہے۔ ایسی صورت میں گاہک زیادہ رقم دینے پر مجبور ہو گا۔ وہ ادھار خریدے گا اور مہنگا خریدے گا۔ یہ طریقہ اسلامی اخلاق کے منافی ہے۔ واللہ اعلم (ع - م)

خاندانی منصوبہ بندی سے متعلق ادارے میں ملازمت

س: میری بہن کے شوہر نے ایک خاندانی منصوبہ بندی کے ادارے "سبز ستارہ" میں ملازمت کر لی ہے۔ ہم اپنے علم کی حد تک اس طرح کی ملازمت کو جائز نہیں سمجھتے ہیں۔ میری بہن نے اپنے شوہر سے اس پر گفتگو کی ہے مگر ان کے پاس اس کو اختیار کرنے کے لیے کچھ دلائل بھی ہیں کہ ضرورتاً ان ادویات کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ دوسرے ان کو اصل میں این جی اوز کا سیٹ اپ اور طریقہ کار دیکھنا ہے۔ ہم صرف یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کی نظر میں کیا وقت اور حالات کے پیش نظر ایسی جگہوں میں ملازمت کی کوئی گنجایش ہے؟ اور اگر اس طرح کی کوئی رخصت نہیں ہے تو میری بہن ان کے ساتھ کیا معاملہ کرے کیونکہ نان نفقہ تو شوہر کے ذمے ہی ہے؟

ج: اسلام کی نگاہ میں کسی چیز کے حلال ہونے کے لیے جو شرائط قرار دی گئی ہیں ان میں اول بات یہ ہے کہ اکل حلال کی نیت سے کسی کام کو اختیار کیا جائے۔ ثانیاً' جو کام کیا جا رہا ہے وہ خود حرام نہ ہو اور کسی کام کو کرتے وقت مطلوبہ اور متوقع محنت' وقت' توجہ کا صحیح استعمال کیا جائے اور اس میں کسی قسم کی خیانت نہ کی جائے۔ ان شرائط میں دوسری شرط کی بڑی اہمیت ہے' اسے یوں سمجھیے کہ اگر ایک شخص

خلوص نیت کے ساتھ ایک شراب خانے یا ناچ گھر میں ملازمت کرتا ہے اور پوری توجہ و محنت سے اپنی ذمہ داری ادا کرتا ہے تو خلوص نیت کے باوجود اور محنت و دیانت کے باوجود چونکہ شراب کا بنانا' فروخت کرنا' پیش کرنا ہر چیز حرام ہے' اس بنا پر یہ ملازمت حلال نہیں کہی جائے گی۔ لیکن ایک شخص اپنی ذات اور اپنے اہل خانہ کو ہلاکت سے بچانے کے لیے جگہ جگہ روزگار تلاش کرتا ہے اور باوجود کوشش کے سوائے ایک سودی کاروبار کے اسے کوئی اور جگہ ملازمت نہیں ملتی تو ایسی صورت میں کیا شریعت کو اس بات سے خوشی ہوگی کہ وہ ہلاک ہو جائے؟ ظاہر ہے اپنی اور اپنے اہل خانہ کی زندگی بچانے کے لیے اگر وہ ایک سودی کاروبار میں ملازمت کرے گا تو سود اور اس کے متعلقات کے حرام ہونے کے باوجود اس کا ایسا کرنا اضطرار یا ناگزیر ضرورت کی تعریف میں آئے گا۔ جب تک اسے کوئی حلال ذریعہ نہ ملے اس کا ایسا کرنا بہ ظاہر گناہ کا باعث نہیں بنے گا۔

گو بعض علما خاندانی منصوبہ بندی کو درست سمجھتے ہیں مگر امت مسلمہ کے علما کی اکثریت اسے مقاصد شریعت سے متصادم سمجھتی ہے۔ اس لیے ایک ایسے ذریعہ معاش کی موجودگی میں جو شبہ سے خالی ہو' ایسے ذریعے کا اختیار کرنا جو مشتبہ ہو' کوئی عقلی رویہ نہیں۔ اگر این جی اوز کی کارکردگی کا مطالعہ مقصود ہے تو یہ صرف خاندانی منصوبہ بندی کے اداروں میں ملازمت کر کے نہیں کیا جا سکتا' اس کے لیے اور بہت سے ادارے موجود ہیں۔

آپ کو علم ہے کہ ایک مسلم ریاست کی ذمہ داریوں میں یہ بات شامل ہے کہ وہ اپنی حدود میں نظام صلوٰۃ' نظام زکوٰۃ اور نظام امربالمعروف کو نافذ کرے اور نہی عن المنکر کرتے ہوئے تمام منکرات کو قانون و اختیارات کے ذریعے ختم کرے۔ خاندانی منصوبہ بندی ایک منفی اور تخریبی سرگرمی ہے' اس پر امت مسلمہ کے وسائل کا استعمال امانت کے خلاف ایک عمل ہے۔ اس لیے اگر کسی کے پاس ملازمت کے سلسلے میں انتخاب کی آزادی ہو تو بہتر ہے کہ ایسے مشتبہ کاموں سے بچا جائے۔ اگر وہاں کام کرنے کا مقصد این جی او کے طریق کار کو سمجھنا ہے تو یہ کسی دوسرے این جی او کے ساتھ کام کر کے بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ ان افراد کا جو ذہنی طور پر تحریک اسلامی سے وابستہ ہوں' ایسے اداروں میں کام اگر اضطراری طور پر ہے تو سمجھ میں آتا ہے' اگر اپنی پسند اور انتخاب سے ایسا کیا ہے تو ہر لحاظ سے نامناسب ہے۔ اس سلسلے میں اہل خانہ کا بھی فرض ہے کہ وہ حکمت و محبت سے سربراہ خاندان کو اسلامی نقطہ نظر سے آگاہ کریں اور کوشش کریں کہ وہ کوئی اور ذریعہ معاش اختیار کر سکیں۔ اسلامی طور پر نفقہ کی ذمہ داری سربراہ خاندان کی ہے اور زیر کفالت افراد سربراہ خاندان کے کسی عمل کے لیے ذمہ دار نہیں ہیں۔ اس لیے ان کا نفقہ سے استفادہ کرنا حرام نہیں کہا جا سکتا۔ اہل خانہ کو بہر صورت حکمت کے ساتھ امربالمعروف کرتے رہنا چاہیے۔ (پروفیسر ڈاکٹر

انیس احمد)

حلال روزی کا مسئلہ

س : آج سے تقریباً ۲۰ سال قبل میرے والد واپڈا کے محکمے میں اس طرح ملازم ہوئے کہ ایک بااثر جاننے والے نے ان کو جعلی اسناد کی بنیاد پر کام پر لگوایا۔ میرے ذہن میں یہ سوال ہے کہ کیا ان کی آمدنی جائز ہے یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ ان کو سمجھانا لاحاصل ہے کیونکہ وہ مذہبی ذہن نہیں رکھتے۔ کیا مجھے کہیں ملازمت کر لینی چاہیے؟ میری تعلیم بی۔اے ہے اور میں پردہ کرتی ہوں۔ میرا آگے پڑھنے کا بھی ارادہ ہے۔ مگر سوچتی ہوں کہ روزانہ جو کھانا ہم کھاتے ہیں وہ حلال بھی ہے یا نہیں؟ اس طرح دو فیصلوں میں گھری ہوئی ہوں کہ آگے پڑھنے کا سوچوں یا کہیں خود ملازمت کر کے، حلال روزی کماؤں؟ میری رہنمائی فرمایئے۔

ج : جہاں تک کسی ایسے فرد کی کمائی کا تعلق ہے جو مناسب صلاحیت نہ ہونے کے باوجود یا کسی جعلی سرٹیفکیٹ کی بنا پر ملازمت پہ رکھ لیا گیا، اس کا یہ عمل بجائے خود غلط ہے۔ اسے چاہیے کہ اس پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کے ساتھ جس فرد یا ادارے سے غلط بیانی کر کے ملازمت حاصل کی گئی، اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی صلاحیت کو بہتر بنانے کے لیے درست سرٹیفکیٹ حاصل کرے تاکہ اس کا ضمیر بھی مطمئن ہو اور وہ اپنے کام کو بھی اہمیت کے ساتھ کر سکے۔ ایسی صورت حال میں اہل خانہ کا بھی فرض ہے کہ وہ اخلاقی طور پر ایسے فرد کی ہمت افزائی کریں اور تقویت دیں اور کوشش کریں کہ جلد از جلد اس کے ذریعہ معاش کی اصلاح ہو سکے۔

جب تک آپ والد کی زیر کفالت ہیں، ان کے ساتھ کھانے پینے اور رہنے میں آپ پر کوئی مواخذہ نہیں۔ جب آپ خود کفیل ہو جائیں، اس وقت بھی اگر والد کے گھر آنا ہو اور وہ کھانے پینے کو کہیں تو اس میں کسی حرام کا ارتکاب نہیں ہو گا، اس کے مقابلے میں قطع رحمی کرنا زیادہ غیر اسلامی ہو گا۔

ملازمت کے سلسلے میں یا تعلیم جاری رکھنے کے سلسلے میں فیصلہ والدین کے مشورے سے اور خود سوچ کر کریں۔ عموماً ایم اے کے بغیر مناسب تدریسی ملازمت ملنی مشکل ہوتی ہے، اس لیے ایم اے کرنے کے بعد ملازمت کرنا زیادہ مناسب ہو گا۔ (ا-ا)